ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

حبیب جالبؔ اور اجمل خٹکؔ کا تصورِ انقلاب

THE REVOLUTIONAL IDEOLOGY OF HABIB JALIB AND AJMAL KHATTAK

۱۔ محمد طاہر بوستان خان
شعبہ ءاُردو، کیڈٹ کالج سوات
۲:ڈاکٹر مظہر احمد
شعبہ ءپشتو، یونیورسٹی آف ملاکنڈ
۳۔ڈاکٹر عابد علی
مانسہرہ

ABSTRACT

Habib Jalib entertains a great status when it comes to Urdupoetry. During his life time, he passed through a series of oppression and imprisonment, however nothing could shake of his determination. Similarly, Ajmal Khattak has the almost equal contribution towards Pashto poetry. We will highlight a comparative study of the contribution of both Habib Jalib and Ajmal Khattak in Urdu and Pashto respectively. Regarding the thought and artistic value both these great poets have introduced new fields in the realm of Urdu and Pashtopoetry. Their services will always be remembered by the readers and critics of Urdu and Pashto literature. Habib Jalib and Ajmal Khattak hold a vital place in their respective languages. Both of them stood against aristocratic of their era. As a consequence of which they had to face many hardships like imprisonmentetc. Both of them talk the language of the common people. Due to this revolutionary struggle these both still beat in the heart of the people.

KEY WORDS*:* *Imprisonment, Determination, Artistic, Hardships, Aristocratic, Struggle, Revolutionary, Vital, Consequence, Contribution*

اُردو شاعری کی تاریخ کا اگر سماجی و ثقافتی تجزیہ کیا جائے تو باآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بہت سے شعرا کے کلام میں انقلابی رویے سامنے آجاتے ہیں۔اس کی بنیادی وجہ معاشرتی اور سماجی گھٹن میں اضافہ اور خوف و جبر کی قوتوں کا سر اٹھانا ہے۔اس لیے تو لفظوں کو آہنگ میں بیان کرنے والے افکار و خیالات اشعار کی صورت میں بیان ہونے لگے۔حبیب جالبؔ بھی ان شعرا میں سے ایک ہیں جنھوں نے جان کی پروا کیے بغیر جبر کے خلاف آواز اٹھائی، حالاں کہ ان کے ہم عصر نامی گرامی شعرا بھی موجود تھے لیکن ان میں زیادہ کا رجحان اس طرف نہیں تھا۔اسی طرح پشتون شعرا میں جہاں خوشحال خان خٹکؔ، رحمان باباؔ، امیر حمزہ خان شینواریؔ اور غنی خانؔ نے شاعری کے ذریعے عوام میں ظلم اور جبر کے خلاف تحریک پیدا کی وہاں پشتون سرزمین پر ابھرنے والا انقلابی سوچ کا حامل شاعر اجمل خٹک بھی موجود رہا۔اجمل خٹک نے کسی کی پروا کیے بغیر اس نظام کے خلاف یوں آواز اٹھائی۔

که ظالم.°ژبه.°ژبه غوسه کا°ه؛°ره شوه

نوري°°و مره چ°؛°ره شوه لاخو°ه شوه

اوس که نروي نوغو°ونه د°خپل پر°ګا°ي

چ°زمانغمه س°ه نه شوله سره شوه[1]

شاعر کہتے ہیں کہ ظالم نے میری زبان کاٹنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری زبان کٹ تو نہیں گئی البتہ یہ پہلے سے زادہ تیز ہو گئی۔دشمن کی تلوار جتنی تیز مجھ پر چلی اتنا ہی مجھے مزا آیا۔یعنی مطلب یہ کہ تلوار نے مجھے جتنے زخم دیے وہ سارے مجھے میٹھے لگے، ان زخموں نے مجھے تکلیف نہیں دی بل کہ اُلٹا میری راحت کا سامان بنے۔اب اگر سامراج میں اتنی ہمت ہے تو اپنے کان کاٹ دے کیوں کہ مجھے جتنا دبانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی میں زیادہ انقلاب کی طرف مائل ہو گیا۔نیز سامراج کے خلاف میری قوت اور بھی بڑھ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

گئی۔ یہاں شاعر کو جب اذیتیں دی جانے لگیں کہ وہ اس نظام کے خلاف بولنا بند کر دے تو اس سے شاعر کا ارادہ اور بھی مضبوط ہو گیا، اس لیے اس نے اب کھل کر ظلم کے خلاف بغاوت شروع کی۔ نہ صرف بغاوت شروع کی بل کہ اُلٹا اسے چیلنج کر کے کہتے ہیں کہ اگر تجھ میں ہمت ہے تو مجھے روک کر دکھا۔

یہ خیال حبیب جالبؔ کے ہاں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے تو وہ سرِ عام یہ کہتے ہیں کہ مجھے تختہ دار سے ڈرانے کی کوشش نہ کی جائے۔ میں موت سے ڈرنے والا انسان نہیں، نہ ہی میں قید و بند سے ڈرتا ہوں۔ جالبؔ برملا کہتے ہیں کہ میں ظلم کے اس نظام سے یکسر مخالف ہوں، تم نے جو کچھ کرنا ہے کر کے دکھاؤ۔

میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے

میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے

کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے

ظلم کی بات کو، جہل کی رات کو

میں نہیں مانتا میں نہیں جانتا (۲) [2]

ہوشیار لوگوں کی زندگی گزارنے کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ در پیش ہونے پر وہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ پہلے تو اس مسئلے کا حل مثبت انداز میں سوچتے ہیں لیکن جب کسی طرح بھی حل نہ ہو رہا ہو تو آخر ان کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو جاتا ہے۔ اجمل خٹکؔ کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں۔

مدٖرو تش پہ لوٖٖمدوو نشوہ

یٖ چٖلمبہ شو داخپل ٖمان وسوزوۆ

دنوي ٖمل دخصماٖ دپارہ

دازور خوٖ لے ٖملستان وسوزوۆ (۳) [3]

ان اشعار میں اجمل خٹکؔ انقلابیوں کو دعوت دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہماری چھوٹی موٹی دھمکیوں سے بات نہیں بنی، اب ضرورت عمل کی ہے۔ ہمیں اب مکمل انقلاب کا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ ہمیں ہماری آنے والی نسل کے لیے کچھ کرنا ہو گا اور اگر خدانخواستہ آج ہم بھی چُپ رہے تو ہماری آئندہ نسل ہمیشہ کے لیے خاموش کر دی جائے گی اور انہیں ان کے حقوق سے محروم رکھا جائے گا۔ اس لیے ہمارے لیے اب ضروری ہے کہ ہم اس جبر کے خلاف اپنی پوری توانائی صرف کر کے انقلاب برپا کریں۔

حبیب جالبؔ کا شمار انقلابی شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کے ہاں جذبۂ جمہور اتنا نمایاں ہے کہ ان کے معاصرین کے ایک طبقے نے ان کی شاعری کو سیاست کا بلاواسطہ ردِّ عمل کہہ کر اس کی قدر و قیمت کم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ لوگ ناکام رہے۔ اس حوالے سے جالبؔ کا کہنا ہے۔

> ”میں ایک تسلسل کے ساتھ عملی سیاست سے وابستہ رہا ہوں اور حکومت وقت کو یہ قطعی طور پر پسند نہیں تھا، اس لیے مجھ پر رزق کے دروازے بھی بند ہوتے چلے گئے۔ پنجاب کے تقریباً تمام اضلاع سے ایک ایک بار مجھے صوبہ بدر کیا گیا تھا۔ مشاعرے حکومت کی سرپرستی میں ہوتے تھے۔ ادیب اور شاعر میری مخالفت کرتے تھے کیونکہ میں اپنی نظم (”دستور“ سناتا تھا۔“ [4]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

اس لیے جالبؔ یہاں بھی اجمل خٹک کی طرح اس نظام سے بغاوت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسے میں صحیح راستہ انقلاب کا ہی ہو سکتا ہے۔ جالبؔ اجمل خٹک کی طرح حقائق سے پردہ اٹھا کر کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

فضا میں اپنا لہو جس نے بھی اچھال دیا
ستم گروں نے اسے شہر سے نکال دیا
یہی تو ہم سے رفیقانِ شب کو شکوہ ہے
کہ ہم نے صبح کے رستے پہ خود کو ڈال دیا[5]

اجمل خٹک نے ہمیشہ غیرت اور خودداری کو اپنائے رکھا۔ ان کی یہی غیرت اور خودداری ان کے لیے وبال جان بنی لیکن انہوں نے کبھی بھی حالات کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔ اپنے جیل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”نہ ووم پوھہ چی دی حوالات کی زمادا سویمہ وَرزوہ۔ ددے نہ ھُم نہ ووم خبر چی د نظام پُور د تانڑے نہ پس یے پہ کومو کومو تانڑو گرزولے یم او بیایے دلتہ راوستے یم او کہ ریختیا رانہ تپوس کوئی نو چی سترگی می وغڑولے او چاپیرہ می وکتل نو دغہ وخت زہ پہ دے ھُم نہ پوھیدم چی دازہ چرتہ یم او ولے دپارہ پروت یم، البتہ دومرہ پوھہ شوم چی د تندی د زورہ ما اوبہ اوغوختے۔“[6]

ترجمہ:

میں نہیں سمجھ سکا کہ اس حوالات میں کتنے دنوں سے پڑا ہوں۔ مجھے یہ پتا بھی نہیں تھا کہ تھانہ نظام پُور کے بعد مجھے کن کن تھانوں میں رکھنے کے بعد یہاں لایا گیا۔ اور اگر سچ پوچھیں تو جوں ہی میں نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا تو مجھے سمجھ نہیں آیا کہ میں کہاں اور کس لیے یہاں پڑا ہوں، البتہ اتنی سمجھ آئی کہ پیاس کے مارے میں نے پانی مانگا۔

اجمل خٹک کو قید میں رکھنے کی وجہ بھی ان کی انقلابی شاعری ہی تھی۔ وہ حبیب جالبؔ کی طرح غیرت کا پرچار کرنے والے تھے۔ اس لیے تو ان کا جینا محال کیا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں۔

دپنجہ ور شھباز پہ جالہ باند°
نور د تنزرو غوبل نہ شم لیدے
دبت شکن غ°رت پہ خاورہ باند°
نور دبت °رو غوبل نہ شم لیدے [7]

شاعر کہتے ہیں کہ میں غیرت مند قوم کے حقوق غصب ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے یہاں پاکستانی قوم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس قوم کی غیرت تو تمام دنیا میں مشہور ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ قوم محکوم بنے، نہیں ایسا ہرگز ممکن نہیں، مجھ سے اس قوم کی یہ بے بسی نہیں دیکھی جاتی۔ میں ایسی سرزمین پر زندگی گزارتا ہوں جس کے رہنے والوں نے یہاں سے بتوں کا صفایا کیا، یعنی بدھ مت کا خاتمہ کیا، اب جب کہ ان کا خاتمہ ہو گیا ہے تو اب اس ارضِ پاک پر ان کا قبضہ نہیں دیکھ سکتا۔

دشاہ زلم°ویز°غورز:°ٹ°زوم
پہ پ°تمز°وینہ کا°°نز°ٹ°زوم

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

پہ خپلہ خاورہ خپل عزت جو°وم

°ان تہ جو:°°ہ دغ°رت جو°وم [8]

ان اشعار میں شاعر اجمل خٹک خصوصاً پختون اور عموماً پاکستانی قوم کے نوجوانوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے اور ان کا خون گرم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ ہمارا نوجوان طبقہ خوددار بنے، نیز ان میں وہ صفات پیدا ہوں جو شاہین میں ہیں۔ شاعر اپنی مٹی پر مرمٹنے اور غیرت وحمیت اپنانے کے ذریعے آج کے نوجوان کو اعلیٰ مقام پر دیکھنے کے خواہاں ہیں۔

شاعر کی مقبولیت اور اس کی پسندیدگی کا انحصار اس بات پر بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے واقعات اور احساسات کو کہاں تک اور کس طرح بیان کرسکتا ہے نیز ان احساسات کی معنویت سے دوسرے لوگوں کو کہاں تک مطلع کرسکتا ہے اور لوگوں کی ذہنی بیداری میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔ حبیب جالبؔ کے ہاں قوم کے ساتھ محبت اور انہیں انقلاب کی طرف راغب کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ وہ آنے والے کسی بھی طوفان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ذیل کے اشعار سے ان کی اس سوچ کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔

میں تو سورج ہوں ستارے مرے آگے کیا ہیں

شب ہے کیا شب کے سہارے مرے آگے کیا ہیں

جو ہمیشہ رہے شاہوں کے ثناخواں جالبؔ

وہ سخن ساز بچارے مرے آگے کیا ہیں [9]

اجمل خٹکؔ زندگی میں خارزاروں سے گزرے ہیں۔ انہیں اس مقام تک پہنچنے کے لیے اپنی راہ کا ایک ایک کانٹا اپنی پلکوں سے چننا پڑا۔ ادبی اور سیاسی دھڑے بندیوں میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر رکاوٹوں کو جوتے کی نوک پر رکھا اور انقلاب کی طرف آپ کے قدم بڑھتے ہی چلے گئے۔ اس لیے تو کہتے ہیں۔

دا خپل،°اک تندے اوس غرتہ نیسم

مات خو بہ شي کنہ کہ نور نہ شي

بس چرتہ و°وکا° دنیا°°پسہ°°م

°ور خو بہ شي کنہ کہ کور نہ شي [10]

ان اشعار میں شاعر ڈھیٹ بن کر اپنے مضبوط وجود کو باطل کے مقابلے کے لیے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھ میں اتنی جرأت ہے کہ اب میں خود کو ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لیے پیش کرتا ہوں، چاہے مجھے جتنی بھی تکالیف پیش ہوں، میں ان سب کا مقابلہ کروں گا لیکن غیرت پر آنچ نہیں آنے دوں گا اور ہمیشہ انقلاب کے لیے راہ ہموار کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس کوشش میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے، مجھے کوئی پروا نہیں۔

جب کہ حبیب جالبؔ بھی ان سے کسی طور کم نہیں۔ آپ ایک وطن پرست، سامراج دشمن شاعر ہیں۔ ان کے سیاسی کلام میں جابجا وطن دوستی اور سامراجی دشمنی کے حوالے ملتے ہیں۔ اس حوالے سے سہراب اسلم لکھتے ہیں۔

"فیض ؔکا بیشتر اچھا کلام جیل کے زمانے کا ہے اور جالب ؔ کا اچھا کلام جیل سے باہر کا ہے۔ وہ جیل اس وقت بھیجے جاتے جب حکومت وقت کو ان کی سیاسی شاعری تنگ کرنے لگتی تھی اور خطرہ محسوس کرتی تھی کہ اگر جالب ؔکو باہر رہنے دیا گیا تو راج سنگھاسن ڈول جائے گا۔ عوام سڑکوں پر آجائیں گے اور صورتحال قابو سے باہر ہو جائے گی۔"[11]

اس لیے جالب سر پر کفن باندھ کر کہتے ہیں۔

میں بھی منصور ہوں، میں بھی منصور ہوں

کاٹ دو میرا سر، کاٹ دو میرا سر [12]

اور ان کا یہ عجیب انداز بھی ملاحظہ ہو۔

نہ ڈگمگائے کبھی ہم وفا کے رستے میں

چراغ ہم نے جلائے ہوا کے رستے میں [13]

اجمل خٹک وہ شاعر تھے جنہوں نے خود کو ہمیشہ عوام کے ساتھ شمار کیا۔ انہوں نے جاگیر داری اور سرمایہ داری نظام کا خاتمہ چاہا۔ وہ چاہتے تھے کہ محنت کش کی برتری ہو، تعلیم کے دروازے سب پر یکساں کھلے ہوں، سامراج سے آزادی ہو اور مظلوم کی دادرسی ہو۔ سامراج نے ہمیشہ عوام کے خلاف اور انقلاب کے خلاف قلعہ بندیاں کیں، حکمران طبقہ کو عیش کا خوگر بنایا اور دولت کے ارتکاز کی صورت میں مفلسی و بدحالی خوب پھیل گئی۔ ایسے میں حبیب جالب ؔ، فیض ؔ، احمد فراز ؔ، اجمل خٹک ؔ اور غنی خان ؔ جیسی ہستیوں نے انقلاب کی طرف عوام کو راغب کیا۔ اجمل خٹک ؔ کی انقلابی سوچ کے حوالے سے ان کے بارے میں شاہ منصور نوید لکھتے ہیں۔

"دوي شهباز دفتر کا°° بالاخانه کا° به وو، زما محکا°° ورته چا اووٍ°ل چې° د خپلو بچو فکر وا°نه کو°؟ د تعلیم فکرٍ° وکا°ه، د روز°ار فکرٍ° وکا°ه، د مستقبل فکرٍ° وکا°ه. هغه ورته °°ر په حوصلا° اووٍ°ل چې° ما خپله مینه تقسیم کا°°ده، په د°°ول قام°، تقسیم کا°°ده. هغه اووٍ°ل چې° زما بچو° د° خفه کا°°ي نه، که د هغوي برخه په کا°° کمه رسٍ°دلا° ده نو دا° کمه چې° ما مینه تقسیم کا°°ده. د°ول قام بچي زما بچي دي. دا سٍ°خبر °°°ر کم خلق کولے شي۔" [14]

ترجمہ:

'اجمل خٹک شہباز کے دفتر میں بالاخانہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کو اپنے بچوں کی کوئی فکر نہیں؟ ان کی تعلیم روزگار اور مستقبل کی کوئی فکر کرو۔ اجمل خٹک نے انہیں حوصلے کے ساتھ جواب دیا کہ میں نے اپنی محبت تقسیم کی ہوئی ہے، میں نے اپنی محبت تمام قوم میں تقسیم کی ہے، اس میں اگر میرے بچوں کے حصے میں کم محبت آگئی ہو تو انہیں مجھ سے خفہ نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ میں نے اپنی محبت پوری قوم میں برابر تقسیم کی ہے، تمام قوم کے بچے میرے بچے ہیں۔ ایسی باتیں بہت کم لوگ کر سکتے ہیں۔'

اجمل خٹک ؔ بھی جالب ؔ کی طرح جمہوریت پسند اور انسان دوست تھے۔ ان کے نزدیک مظلوموں کی حمایت کرنا اولین فریضہ تھا یہی وجہ ہے کہ آمریت، سامراجی نظام اور جابر حکمران کے خلاف ان کی آواز تمام ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ انقلاب کے حوالے سے ان کے یہ اشعار ان کے اس جذبے کی ترجمانی کرتے ہیں۔

داچې°هر °°کا°° په کا°°لو°ه پائَ

دد°جوز°° ونه به ز° ونه لوٍ°کا°و

داچ°په کا°°سل ر ز°ور°وسه°°ي

را°ئ چ°دا°پر°ره ھ°ونه توز°کا°و [15]

’شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم فاقے پہ فاقے کر رہے ہیں، ہماری پریشانیاں روز بروز بڑھتی جارہی ہیں۔ ہمیں بحیثیت قوم جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، آئے روز جو ہمیں مسائل کے دلدل میں پھینکا جاتا ہے اگر ہمیں ان مسائل سے نکالنے والا کوئی بھی نہیں تو پھر کیوں نہ ہم انقلاب کا راستہ اختیار کریں اور کیوں نہ ہم اس نظام کے خلاف اُٹھ کر اپنا حق مانگیں۔‘

حبیب جالبؔ کی شاعری میں زندگی کے تلخ تجربات کا عکس ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں طنز اور بے دردی کا شکوہ بارہا کیا گیا ہے۔ ان کی بیشتر نظمیں کوئی نہ کوئی عنوان لیے ہوئے ہیں۔ اجمل خٹکؔ کی طرح وہ بھی لوگوں کو سمجھانے کی کوشش میں ہیں کہ اگر تم نے عزت سے جینا ہے تو زندگی میں راحت نہ مانگو بلکہ ڈھیٹ بن کر اپنے حقوق کی خاطر لڑو، ظلم کا ساتھ نہ دو، اپنے واسطے برائی کا راستہ اختیار نہ کرو، ظالموں سے انصاف مانگنا عبث ہے، غاصبوں سے بھلائی کی توقع نہ کیا کرو بس انقلاب ہی کے ذریعے حالات بدل دو۔ ان کے یہ اشعار ان کی سوچ کے ترجمان ہیں۔

دوستو جگ ہنسائی نہ مانگو

مات مانگو، رہائی نہ مانگو

عمر بھر سر جھکائے پھروگے

مل رہا ہے جو بار ندامت

دل یہ کیسے اٹھائے پھروگے

اپنے حق میں برائی نہ مانگو

موت مانگو، رہائی نہ مانگو

رات سے روشنی مانگنا کیا

موت سے زندگی مانگنا کیا

ظلم کی ظلمتوں سے مری جاں

جوت انصاف کی مانگنا کیا

غاصبوں سے بھلائی نہ مانگو

موت مانگو، رہائی نہ مانگو [16]

دونوں جہاں کی زندگی کا لطف اٹھانے کے لیے سختیوں کو برداشت کرنا ضروری ہے۔ اجمل خٹکؔ دنیوی زندگی کی پر اعتبار نہیں کرتے، وہ سماجی افراتفری کا شکار ہیں۔ اس لیے ان حالات سے تنگ آکر کہتے ہیں کہ کہ اگر زندگی پہلے سے ہی تکلیف میں ہے اور ہمارے حقوق غصب کیے جارہے ہیں تو کیوں نہ ہم انقلاب کا راستہ اپنالیں۔ وہ کہتے ہیں۔

چ°دے را°ي مو ؛°ورته خوار پراته يو
°ئ چ°دهغه مر°ي تان ته ورشو
چ°سباب°كفنه،°ه پراته يو
°ئ چ°كفن په سر،°مد ان ته ورشو [17]

'اجمل خٹک ؒ کہتے ہیں کہ موت کا یک دن معین ہے۔ ہم سب اس بات پر پکا یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اگر ہم موت کے انتظار میں ہیں اور اوپر سے ہم پر سختیاں بھی ہیں، جابر و ظالم نظام ہم پر مسلط ہے تو کیوں نہ ہم سر پر کفن باندھ کر اس نظام کے خلاف بغاوت شروع کریں۔ ہمیں تو ویسے بھی جنوں کا شوق ہے۔ اگر ہمیں شہادت کا اتنا شوق ہے تو پھر دیر کس بات کی۔'

حبیب جالب ؒ نے جب بھی معاشرے میں عدل و انصاف کی قدروں کی پامالی دیکھی ہے تو اس کا دل تڑپ اٹھا اور جرأت و بے باکی سے جبر و استحصال کی ذمہ دار بالا دست قوتوں کو اپنی شاعری کے ذریعے بے نقاب کر کے لوگوں کو انقلاب کی طرف راغب کیا۔ وہ چُپ چُپ کر لڑنے والا نہیں تھا بل کہ سرِعام لڑا۔ وہ کبھی پاکستانی سماج میں انقلابی تبدیلی کے پیغام سے پیچھے نہیں ہٹا۔ یہی پیغام ان کے ذیل کے اشعار میں ملتا ہے۔

ہمیں تو شوق ہے اہلِ جنوں کے ساتھ چلنے کا

نہیں پرواہ ہمیں یہ اہلِ دانش کیا سزا دیں گے

سچ کہہ کے کسی دَور میں پچھتائے نہیں ہم

کردار پہ اپنے کبھی شرمائے نہیں ہم

زنداں کے در و بام ہیں دیرینہ شناسا

پہنچے ہیں سرِ دار تو گھبرائے نہیں ہم [18]

اجمل خٹک ؒ نے ہمیشہ دن کو دن اور رات کو رات کہا۔ شاہوں کے قصیدے کہنے کی بجائے عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتے رہے۔ ذیل کے اشعار میں سامراجی نظام کو برملا کہتے ہیں کہ یہ یاد رکھو کہ انقلاب کا یہ سیلاب کتنی تباہ کاریاں کرے گا۔ اگر ایک بار انقلاب کا راستہ اختیار کیا گیا تو پھر تیرا بچنا مشکل ہے۔ اس لیے تم بھول کر بھی میرے خلاف مت سوچنا۔ اور اگر تم پھر بھی باز نہیں آتے تو پھر میرا راستہ روکنے والا کوئی نہیں، پھر مجھے میرا اپنا بھی نہیں ہوتا کہ میں کس سمت سے کس طرف اور کس طرح نکلتا ہوں، میرے راستے میں جو کوئی آجائے راکھ کا ڈھیر بن جائے۔

داسہ°ملاب پہ ھ°°خس و خشاک ایسار°مدے نہ شي
تندر دے، دا تندر پہ ھ°°شان پہ شا°مدے نہ شي
واورہ چ°اول بہ ھم ستاغا°°تہ پر°وتے یم
بیا،°خدا،°خبر دے چ°پہ کوم ا°خ بہ وتے یم [19]

جب کہ حبیب جالب ؒ نے بھی ہمیشہ سچی سیاست کو پروان چڑھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے لوگوں کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھ لیا۔ آپ نے ہمیشہ حقیقی جمہوریت چاہی۔ آپ کے اشعار کی گونج سے اقتدار کے ایوان لرزتے رہے۔ آپ ظلم کو ظلم لکھتے رہے کیوں کہ آپ شاعر ہونے کے ساتھ باعمل سیاسی کارکن بھی تھے۔ انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے ہمارے سماج میں پائی جانے والی بربریت، بے حسی، ظلم و تشدد اور لوٹ کھسوٹ کا مقدمہ لڑا لیکن سر نہیں جھکایا۔ ان کے حوالے سے زاہد حسن لکھتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

- "ہمارے شعری منظر نامے پر وہ واحد شاعر دکھائی دیتے ہیں جنھوں نے نہ صرف یہ کہ حقیقی جمہوریت کے خواب دیکھے بلکہ جمہوریت کے لبادے میں آمریتوں کا بھی خوب مذاق اُڑایا۔ جمہوری حکومتوں کے عہد میں بھی انہوں نے وہ صدمے اٹھائے جو انہیں عین مارشل لاء کے زمانے میں بھی اٹھانے پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ حبیب جالبؔ نے اُن جمہوری حکومتوں سے اُن خوابوں کی تعبیر چاہی تھی جو لوگ سڑکوں پر جلوس نکالتے، ترانے پڑھتے اور ڈنڈے کھاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ خود حبیب جالبؔ اُن لوگوں سے کسی بھی طور علٰحیدہ و جُدا نہیں تھے۔"[20]

ان کا یہ خیال ان کے ان اشعار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جالبؔ کہتے ہیں۔

میں تو سورج ہوں ستارے مرے آگے کیا ہیں

شب ہے کیا شب کے سہارے مرے آگے کیا ہیں

جو ہمیشہ رہے شاہوں کے ثناخواں جالبؔ

وہ سخن ساز بچارے مرے آگے کیا ہیں[21]

اجمل خٹک اپنی نظم "انقلاب" میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم وہ بے بس اور مجبور قوم ہیں جن کے پاس رہن سہن کے لیے کچھ بھی نہیں، ایک ایسی قوم جس کی مرنے کے بعد کفن دفن کا کوئی انتظام بھی نہیں۔ اور یہ اس لیے کہ ہم میں باہمی اتفاق نہیں۔ ہم مردہ قوم کی طرح اپنے آزاد ملک میں رہتے ہیں۔ اس لیے ہمارے لیے از حد ضروری ہے کہ ہم اس خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں اور انقلاب کے ذریعے اس نظام کو بدل ڈالیں۔

مونگ غریبان پیاسہ او نغن نہ لرو

دلو°°مر وورو ستو کفن نہ لرو

ورو°و دا°مکہ چ°اودہ پر اتہ یو

اودہ لا°ہ وي، موز°ہ°ہ پر اتہ یو

را°ي چ°وي°شو اول°ان بدل ک°و

بیادا ظلم زو°جھان بدل ک°و[22]

مطلب یہ کہ ہم لاچار لوگ بھوک اور پیاس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔

مرنا تو ٹھیک لیکن ہماری غربت اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم خوابِ غفلت میں پڑے ہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم بیدار ہو کر پہلے خود کو بدل ڈالیں، پھر اس نظام کے خلاف بغاوت شروع کر کے اپنی آنے والی نسلوں کے لیے نمونہ بنیں۔

جب کہ اس خیال کو حبیب جالبؔ کے ہاں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ جالبؔ کہتے ہیں۔

کہاں تک دوستوں کی بیدلی کا ہم کریں ماتم

چلو اس بار بھی ہم ہی سر مقتل نکلتے ہیں[23]

ایک اور جگہ بھی اس خیال کو تقویت دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

یہ آگ بڑھتے بڑھتے

تم تک بھی نہ آجائے

بارود کا یہ بادل

صبحوں پہ چھا نہ جائے

دنیا میں رہنے والو

انسان بن کے سوچو

تہذیب کی صدا ہے

انسانیت کی دشمن

یہ سامراج ٹولی

کھیلے گی اور کب تک

خوں سے ہمارے ہولی

گر امن چاہتے ہو

ظالم کا ہاتھ روکو

اک حشر کی فضا ہے[24]

ایسے ملک میں جہاں آمریت کی روایت ہو وہاں اجمل خٹک جیسے انسان کی ہمیشہ ضرورت محسوس کی جاتی ہے کیوں کہ ایسا انسان مایوسی کے ان دنوں میں لوگوں کے حوصلے بلند رکھتا ہے۔ انہوں نے ظالم اور ان کے اجنبی آقاؤں کے خلاف لکھا۔ آپ اپنے انقلابی شعور کے ساتھ وفادار تھے۔ انہوں نے ذاتی مسائل کے لیے نہیں لکھا بل کہ ہمیشہ کے لیے اوروں کے غم میں مبتلا ہو کر لکھا۔ آپ نے کبھی بھی اسٹیبلشمنٹ سے سمجھوتا نہیں کیا بلکہ الٹا جابر آمریت کی طرف سے سماج پر مسلط کردہ لغو حالات میں معانی اخذ کرنے کی کوشش کی۔ ان کی انقلابی سوچ کے حوالے سے تحمل محمد زئی لکھتے ہیں۔

”°ماغلے اجمل خ°ک دعوامي ن°شنل پار°°سره ا°ه لرىه اولکه چ°مو ن°ته پته ده، دغه °وند سره ن°ه لري. °اک°ر ش°ر زمان سیماب وائي چ°یو°ل اجمل خ°ک تا°ه چوک (ملاکن° ا°بجنسي) کا°° دخپل° پار°° په حقله تقریر کولو، په سر کا°°ن°یوه °په اووي°لمه چ°

زمابه سورنے په سروي

ته د°ودرغا°°له ن°غ را°ه م°نه

اوبیاچ°په کوم چل ن° دخپل°و°نا مقصد بیان کا°ونو هر س°ے پوهه شوچ° دده په دغه °په کا°° کوم مقصد پ°و.“[25]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

ترجمہ:

محترم اجمل خٹک عوامی نیشنل پارٹی کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ سُرخ رنگ اس پارٹی کا نشان ہے۔ڈاکٹر شیر زمان سیماب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اجمل خٹک نے تھانہ چوک (ملاکنڈ ایجنسی) جلسے میں اپنی تقریر کے دوران "ٹپہ" میں کہا کہ

میں نے سر پر سُرخ گڑھا رکھا ہے

اے محبوب تم سیدھا پنگھٹ پہ آجانا

"پھر جب انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا تو لوگ سمجھ گئے کہ کہ پشتو کے اس ٹپہ میں کیا مقصد اچھپا تھا۔

ظاہر بات ہے اجمل خٹک ؒ کا اشارہ ہی انقلاب کی طرف تھا۔ذیل کے اشعار میں ان کا تصورِ انقلاب ملاحظہ ہو۔

شہ زمادتور بہ پہ غرونو زہ راوستہ
غ بہ دغورز پہ تختونو زہ راوستہ
تورہ دنن ھ ود و ي نہ کوز ي نہ
وینہ دغ رت زماچ رمہ شي بچ ي نہ[26]

جالبؒ ملک کے اندر طبقاتی کشمکش، ظالم نظام، بیہودہ آمریت، بکاؤ میڈیا اور حکمرانوں کی نااہلی سے پردہ ہٹا کر ہمیشہ کے لیے انقلابیوں کے دلوں میں رہنے والے ہیں۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ جب تک اس ملک میں سرمایہ داروں کا راج ہو، جب تک ملک مختلف قسم کے معاہدوں کا پابند بن کر غلام ہو اور جب تک قانون عوام کے امنگوں کا ترجمان نہ ہو تب تک انقلاب جاری رہے گا۔ اپنی نظم "اپنی جنگ رہے گی" میں کہتے ہیں۔

ظلم کہیں بھی ہو ہم اس کا سر خم کرتے جائیں گے

محلوں میں اب اپنے لہو کے دیے نہ جلنے پائیں گے

کٹیاؤں سے جب تک صبحوں نے منہ پھیرے ہیں

اپنی جنگ رہے گی[27]

ظلم کہیں بھی ہو، کسی کے ساتھ بھی ہو، اجمل خٹک ؒ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اس نے ملک و قوم کی خاطر حکومتوں سے ٹکر لی اور حکومتوں نے اسے جالبؒ کی طرح مختلف تھانوں اور جیلوں کی سیر کرائی۔ بال بچوں کا خدا ہی حافظ و ناصر چھوڑا کرتا۔ مگر انقلاب تو اجمل خٹک کے رگ وپے میں سمائیت کر چکا تھا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں۔

یاچ پہ ما دس یتوب ان تہ خپل کورجو کم

یا دظالم دتور سوري لاند کورجو کم[28]

'مطلب یہ کہ یا تو یہ نظام غریب عوام کو ان کا حق دے اور یا انقلاب ہی کے ذریعے ظالم کی تلوار کا مقابلہ کیا جائے، چاہے اس میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔'

اجمل خٹک ؒ کے ہم خیال جالبؒ بھی جنہیں انقلاب کے ذریعے کچھ کر گزرنے کی ڈر سے جیل میں رکھا گیا، بھی اس نظام سے باغی، ظلم اور جبر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر کے کہتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

زنجیرِپاجوتوڑرہے ہیں قفس نصیب

ہیں اہلِ آشیاں کی نظر میں بغاوتیں[29]

اجمل خٹک ؔآپنے شعری مجموعوں "گل پرھر"، "دژوندچغہ"، "دافغان ننگ"، دازہ پاگل وم، اور "جلاوطن کی شاعری" میں استعماریت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ انہوں نے کبھی موقع پرستی سے کام نہیں لیا۔ وقتی ضرورت کے تحت کبھی چہرے پر نقاب نہیں اوڑھے، گرگٹ کی طرح رنگ نہیں بدلے۔ ان کا سامراجی ظلم سے ٹکر لینے اور انقلاب برپا کرنے کا انداز ملاحظہ ہو۔

چ°د سر بو سر بو جو ثو شراب شي

د داس°وینږ°په سرخ°،°°قسم

چ°دغ°انو د سیخو کباب شي

د داس°ھ°په ب°وس°،°°قسم

بس د دوئ ستر°°غ°ول غوا°ي

د کبر جام نسکورول غوا°ي [30]

'یعنی مجھے اس لہو کی قسم جو امیروں اور طاقتوروں کی خوراک بن جاتا ہے اور مجھے ان جسموں کی قسم جو وڈیروں اور زرداروں کی خوراک بن جاتے ہیں، انقلاب کے ذریعے انہیں ایسا مزا چھکاؤں گا کہ وہ یاد رکھیں گے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ ان زرداروں کی آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے نیز ان کا غرور اور تکبر توڑنا ضروری ہے اس لیے اے نوجوان آگے بڑھ اور اس کارِخیر میں شریک ہو جا۔'

ہو بہو یہ خیال حبیب جالبؔ کی نظم "جمہوریت" میں ملاحظہ ہو۔

یہ ملیں یہ جاگیریں

کس کا خون پیتی ہیں

کس کی محنتوں کا پھل

داشتائیں کھاتی ہیں

جھونپڑیوں سے رونے کی

کیوں صدائیں آتی ہیں

کس کے نین روتے ہیں

کون مسکراتا ہے[31]

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

نثر کے مقابلے میں اردو شاعری کا کمال یہ ہے کہ شعرا کوئی منظر نامہ ایک ہی شعر یا مصرع میں پیش کرتے ہیں۔ اجمل خٹک ؔ بھی ذیل کے دو اشعار میں اپنی غیرت و حمیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دا°منزل دا°جنت دے، ور روان یم ورتہ
نہ پہ ملایم، نہ پہ خان یم، نہ پہ °ان یم ورتہ
کہ دغ°رت دغہ منزل تہ رس°دلے نہ یم
مل°رو واوری پ°تنے بہ ز°°ولے نہ یم [32]

اجمل خٹک کہتے ہیں کہ میری منزل، میری جنت اور میرا سب کچھ ہی انسانوں کو غلامی سے نجات دلانا ہے۔ میں اس راستے پہ نکلا ہوں جس کی آخری حد انسانیت ہے، جس کا نچوڑ معاشرے سے ظلم اور بربریت کا خاتمہ ہے۔ مجھ سے میری غیرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ میں ہر حال میں اپنے منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤں اور اگر خدانخواستہ میں ایسا کرنے میں ناکام رہا تو مجھے پختون عورت نے نہیں جنا ہو گا۔

ادھر جالب ؔ بھی بڑی بہادری سے قربانیوں پر قربانیاں دیتے ہوئے اس راستے پر گامزن ہیں یہاں تک کہ جیل خانہ ان کے لیے عرصہ دراز تک ٹھکانہ رہتا اور اُنہیں عارضی وقفوں کے لیے باہر لے آنا پڑتا تھا۔ جالب ؔ صداقت شعاری و خودداری، بے خوفی و بے باکی اور جرأت و بہادری کا ایک حسین مجسمہ نصب دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالے سے وہ اپنی نظم "جواں آگ" میں پنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

گولیوں سے یہ جواں آگ نہ بجھ پائے گی
گیس پھینکو گے تو کچھ اور بھی لہرائے گی
یہ جواں خون ہے محلوں پہ لپکتا طوفاں
اس کی یلغار سے ہر اہلِ ستم ہے لرزاں
قاتلو! راہ سے ہٹ جاؤ کہ ہم آتے ہیں
اپنے ہاتھوں میں لیے سرخ علم آتے ہیں
توڑ دے گی یہ جواں فکر حصارِ زنداں
جاگ اُٹھے ہیں میرے دیس کے بیکس انساں [33]

حبیب جالب ؔ اور اجمل خٹک ؔ دونوں کی شاعری کا جائزہ لینے کے بعد یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دونوں اپنے وقت کے شعلہ خو شاعر تھے۔ دونوں نڈر اور بے باک تھے یہی وجہ ہے کہ ان پر مظالم ڈھائے گئے، انہیں ملک کے مختلف جیلوں اور تھانوں میں قید کیا گیا، ان کے خلاف جھوٹے مقدمے دائر کیے گئے، ان کی اولاد پر سختیاں کی گئیں، ان کی زندگی تنگ کر دی گئ

اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان کے گھروں کی تلاشیاں لیں، اس غرض سے کہ دونوں خود ہی تنگ آ کر اس وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں لیکن دونوں نے اصول پر سمجھوتا نہ کیا۔

سچ دونوں کا مذہب بھی تھا اور زندگی گزارنے کا طریقہ بھی۔ معاشرے کو زیادہ خوب صورت اور قابلِ رہائش بنانے کا عزم دونوں نے کیا تھا۔ دونوں نے ایسی جنگ لڑی جسے اہلِ دانش نے ایمان کا درجہ دے رکھا ہے۔ دونوں نے اپنی شاعری کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، وہ ہتھیار جس کے ذریعے سماج دشمن عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا۔ اس لیے تو ان کے نام دب اور خاص کر مزاحمتی ادب میں زندہ رہیں گے۔

حوالہ جات

[1] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ س

[2] جالب بیتی۔ عوامی شاعر حبیب جالب کی کہانی خود اُن کی زبانی۔ مرتب طاہر اصغر۔ جمہوری پبلی کیشنز، ایوانِ تجارت روڈ، لاہور، ۲۰۱۹ء ص۔

[3] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ع

[4] رستہ نہیں بدلتے۔ جالب بیتی۔ عوامی شاعر حبیب جالب کی کہانی خود اُن کی زبانی۔ مرتب طاہر اصغر۔ جمہوری پبلی کیشنز، ایوانِ تجارت روڈ، لاہور، ۲۰۱۹ء ص۔

[5] جالب بیتی۔ عوامی شاعر حبیب جالب کی کہانی خود اُن کی زبانی۔ مرتب طاہر اصغر۔ جمہوری پبلی کیشنز، ایوانِ تجارت روڈ، لاہور، ۲۰۱۹ء ص۔

[6] دازہ پاگل وم۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار، پشاور، ۱۹۸۵ء ص۔ ۱۰

[7] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ٦

[8] ایضاً ص۔ ۱۴

[9] حبیب جالب نمبر۔ ماہِ نو۔ حبیب جالب نمبر۔ ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز ٦٤ ایبک روڈ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ص۔ ۹۳

[10] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ۲۴

[11] حبیب جالب نمبر۔ ماہِ نو۔ حبیب جالب نمبر۔ ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز ٦٤ ایبک روڈ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ص۔ ۱۳۳

[12] ایضاً ص۔ ۹۰

[13] ایضاً ص۔ ۸۹

[14] شاہ منصور نوید۔ ماہنامہ لیکوال (پشتو)۔ جلد ۸۲، شمارہ نمبر ۳، فروری، مارچ ۲۰۲۰ء ص۔ ٦

[15] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ٦٠

[16] جالب بیتی۔ عوامی شاعر حبیب جالب کی کہانی خود اُن کی زبانی۔ مرتب طاہر اصغر۔ جمہوری پبلی کیشنز، ایوانِ تجارت روڈ، لاہور، ۲۰۱۹ء ص۔ ۱۵۰

[17] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ٦٠

[18] حبیب جالب نمبر۔ ماہِ نو۔ حبیب جالب نمبر۔ ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز ٦٤ ایبک روڈ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ص۔ ۱۳۹

[19] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ۹۷

[20] حبیب جالب نمبر۔ ماہِ نو۔ حبیب جالب نمبر۔ ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز ٦٤ ایبک روڈ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ص۔ ۱۱۲

[21] کلیاتِ جالب۔ حبیب جالب۔ ماورا پبلشرز، لاہور۔ ۲۰۰۵ء ص۔ ٦١٧

[22] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ۱۰۸

[23] جالب بیتی۔ عوامی شاعر حبیب جالب کی کہانی خود اُن کی زبانی۔ مرتب طاہر اصغر۔ جمہوری پبلی کیشنز، ایوانِ تجارت روڈ، لاہور، ۲۰۱۹ء ص۔ ۱۴٦

[24] حبیب جالب نمبر۔ ماہِ نو۔ حبیب جالب نمبر۔ ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز ٦٤ ایبک روڈ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ص۔ ۱۱۸

[25] تحمل محمد زئی۔ ٹپہ او اجمل خٹک۔ پاثون (مردان)۔ جلد ۴۱، شمارہ نمبر ۳ مئی، جون ۲۰۱۹ء ص۔ ۲۱

[26] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ۹۴

[27] کلیاتِ جالب۔ حبیب جالب۔ ماورا پبلشرز، لاہور۔ ۵۰۰۲ء ص۔ ۴۳۱

[28] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔ ۷۷

[29] کلیاتِ جالب۔ حبیب جالبؔ۔ماؤرا پبلشرز، لاہور۔ ۲۰۰۵ء ص۔۱۴۹

[30] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔۶،،۷

[31] کلیاتِ جالب۔ حبیب جالبؔ۔ماؤرا پبلشرز، لاہور۔ ۵۰۰۲ء ص۔۱۳۱

[32] دغیرت چغہ۔ اجمل خٹک۔ یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور۔ سن ندارد۔ ص۔۱۱۹

[33] کلیاتِ جالب۔ حبیب جالبؔ۔ماؤرا پبلشرز، لاہور۔ ۵۰۰۲ء ص۔۱۷۰،۱۶۹